اخلاق محمدیؐ اپناتے ہوئے ہمت، صبر سے دعوت الی اللہ کریں۔

لیڈر صفات لوگوں کو دعوت الی اللہ کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ رمئی ۱۹۹۲ء بمقام احمدیہ مشن ہاؤس فرانس)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ
اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۶﴾ (حٰم السجدہ ۳۴ تا ۳۶)

پھر فرمایا:۔

قرآن کریم کی جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان سے جماعت بہت حد تک متعارف ہو چکی ہے کیونکہ نمازوں میں بار ہا ان کی تلاوت کرتا ہوں اور بار ہا خطبات میں اس مضمون کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ جو ان آیات کریمہ میں بیان ہوا ہے یعنی دعوت الی اللہ کا مضمون۔ قرآن کریم کی آیات میں یہ عظیم بات پائی جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ اپنی طرف سے ایک مرتبہ ان آیات کے مضمون کو خود کھول کر بیان کر دیں لیکن پھر جب دوبارہ ان پر غور کرتے ہیں تو ضرور کوئی نئی چیز انہی آیات میں سے پھوٹتی ہے جن کی طرف پہلے توجہ نہیں گئی ہوتی اور جن سے بنی نوع انسان کے لئے مزید فائدے کے سامان ہوتے ہیں۔

ان آیات پر بھی میں نے جب بھی غور کیا ہمیشہ کچھ نہ کچھ نئی بات نظر آئی، کوئی نہ کوئی نیا نکتہ ہاتھ آیا اس لئے میں نے آج دوبارہ اس مضمون کو چھیڑتے ہوئے ان آیات کا سہارا لیا ہے۔ قرآن کریم جہاں تبلیغ کا مضمون بیان کرتا ہے وہاں صبر کے مضمون کو ضرور ساتھ باندھتا ہے کبھی براہ راست کبھی بالواسطہ لیکن تبلیغ اور صبر کو الگ الگ کر کے انفرادی طور پر ایک دوسرے سے جداگانہ شکل میں پیش نہیں کیا گیا لیکن ان آیات میں جس صبر کی طرف اشارہ ہے وہ ایک بہت بڑے چیلنج کے نتیجہ میں پیش آنے والا صبر ہے۔ عام حالات میں جب انسان کسی کو تبلیغ کرتا ہے تو طبعاً ایک منفی ردعمل سامنے آتا ہے اور تبلیغ سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ مجھے یہ بے وجہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے مجھے شکار کرنا چاہتا ہے اور شکار کا ردعمل خواہ وہ حیوانی شکار ہو، پرندوں کا ہو، چوپایوں کا ہو یا انسانوں کا ہو ایک ہی طرح کا ہوا کرتا ہے۔ شکار اوّل طور پر شکاری سے بھاگتا ہے اس لئے شکار کے ساتھ صبر کا مضمون خود بخود وابستہ ہو جاتا ہے لیکن یہاں ایک اور بات بیان ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا شکار جو خود شکاری ہوں اور جو دشمنی میں اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے میرے سامنے جو باتیں ہیں ان پر میں تفصیل سے آپ کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ عام طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ مؤیّد ہو، نرم مزاج ہو اور جس میں شر نہ پایا جاتا ہو صرف اسی کو تبلیغ کرنی چاہئے۔ جہاں تک تجربہ کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ وہ لوگ جن میں سعادت پائی جاتی ہے جو ظاہری طور پر نرم مزاج رکھتے ہیں ان میں تبلیغ نسبتاً زیادہ فائدہ دیتی ہے لیکن اس کا کوئی قاعدہ کلیّہ نہیں بنایا جا سکتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن کی طبیعتوں میں نرمی پائی جاتی ہے اور مداہنت پائی جاتی ہے، ترقی اخلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ منافقت کی وجہ سے پائی جاتی ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ جب احمدیوں کا تبلیغ کا واسطہ پڑتا ہے تو بعض دفعہ عمریں گزار دیتے ہیں لیکن ایک انچ بھی آگے نہیں آتے اور بیچارے بھولے بھالے احمدی سمجھتے ہیں کہ وہ بہت شریف آدمی ہے۔ کبھی مخالفت نہیں کرتا ہمیشہ اچھی بات کرتا ہے مگر اپنی جگہ اسی طرح قائم جس طرح کہ پہلے تھا اور اس کے ساتھ تعلقات میں انسان اپنی عمر ضائع کر دیتا ہے۔ جہاں تک انسانی تعلقات کا معاملہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص سے اچھا تعلق رکھنا چاہئے لیکن جب تبلیغ کی نیت سے تعلق رکھا جاتا ہے تو ایک مقصد پیش نظر ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ جس کو تبلیغ کی جائے وہ قریب تر آئے یہاں تک کہ وہ کلیۃً

صداقت کی جھولی میں آپڑے۔ پس جہاں تک عام تعلق کی بات ہے اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم نے نصیحت فرمائی ہے کہ دنیاداری کے تعلقات میں تم ہر ایک سے تعلقات رکھو لیکن جہاں بامقصد تعلق ہے وہاں مقصد راہنمائی کرے گا کہ یہ تعلق کتنی دیر تک قائم رہنا چاہئے اور کہیں بے سود تعلق تو نہیں ہے۔

پس جو تعلق تبلیغ کی نیّت سے رکھا جاتا ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ انسان اس بات پر نظر رکھے کہ جس سے تعلق رکھا جارہا ہے وہ وقت کو ضائع تو نہیں کررہا وہ قریب آرہا ہے یا نہیں آرہا۔ اگر ایک شخص اپنی جگہ پر اٹکا رہے اور انسان اس کے ساتھ عمر گنوا دے تو اس کی عمر ضائع جائے گی صرف اس کی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگوں کی عمریں ضائع جارہی ہیں جن کی طرف وہ توجہ دے سکتا تھا۔ پس جب ایک شکاری کا وقت ضائع جاتا ہے تو بہت سے نقصانات اس کو پہنچ رہے ہوتے ہیں ایسے شکار کے پیچھے لگا رہتا ہے جس کو چھوڑ کر دوسرا شکار اس کے ہاتھ آسکتا تھا مگر یہ روحانی شکار ہے۔ دنیا کے شکار میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شکاری ایک شکار کے ساتھ لگ جائے تو باقی پرندوں کے لئے غنیمت ہے ان کی قسمت جاگ گئی کہ ایک بے وقوف شکاری غلط سمت میں چلا گیا لیکن وہ روحانی پرندے جو ابراہیمؑ کے پرندے ہیں وہ تو زندہ کرنے کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جب خدا سے شکار کا طریقہ سیکھا تھا تو یہی پوچھا تھا کہ مُردوں کو کیسے زندہ کیا جاتا ہے؟ پس مومن کا شکار اگرچہ باتیں شکار کی ہی ہوں بالکل برعکس نتیجہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ **دنیا کا عام شکاری مارنے کے لئے شکار کرتا ہے اور مومن زندہ کرنے کے لئے شکار کرتا ہے۔** آنحضرت ﷺ کی بھی یہی صفت بیان فرمائی گئی کہ جب بھی اللہ اور اس کے رسول تمہیں بُلائیں يُحْيِيكُمْ (الانفال:۲۵) تاکہ وہ تمہیں زندہ کریں تو اِسْتَجِيبُوا (الانفال:۲۵) اس وقت ان کی آواز پر لبیک کہا کرو۔

پس جب میں شکار کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں تو یاد رکھیں ہم نے زندہ کرنے کے لئے شکار کرنا ہے پس وہ شکار جو کسی آدمی کی غفلت کی وجہ سے زندگی سے محروم رہ گیا اور غلط توجہ کے نتیجہ میں عدم توجہ کا شکار ہو گیا اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی اس کا گناہ بھی تو کچھ اس کے سر آئے گا اس لئے مومن کو اپنی زندگی کے اوقات کی بڑی تفصیل سے نگرانی کرنی ہوتی ہے **اس کے وقت کی ایک قیمت ہے اس کے وقت کے لمحہ لمحہ کا ایک حساب ہے اور عام وقت کی طرح اس کا وقت نہیں ہے** اسے

اپنے وقت کے ہر حصہ کی قیمت حاصل کرنی ہے یا اس کا حساب چکانا ہے اگر قیمت حاصل نہیں کرتا تو خدا کے سامنے اسے حساب دینا ہے۔

پس جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شرفاء میں تبلیغ ہونی چاہئے نرم لوگوں میں تبلیغ ہونی چاہئے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ساتھ ساتھ نگرانی بہت ضروری ہے کہ اس تبلیغ کا فائدہ ہے، نہیں ہے؟ کس حد تک ہے؟ اور ایک حد کے بعد اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے اور انسان ایسے شخص سے ہاتھ کھینچ لے جو کسی طرح اثر قبول نہیں کرتا لیکن اس کے برعکس بھی ایک شکل ہے کہ بعض لوگ شدید مخالف ہوتے ہیں اور عام طور پر لوگ ان مخالفوں کا شکار نہیں کرتے اس طرف رخ ہی نہیں کرتے قرآن کریم کی ان آیات میں خصوصیت سے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔

فرمایا فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ اے محمد مصطفی ﷺ اور ان کے ساتھی شکاریو! تم بڑے بڑے خوں خواروں کا شکار کرنے نکلے ہو۔ ایسے لوگوں پر ہاتھ ڈالنے نکلے ہو جو تمہاری جان کے دشمن ہیں ان کا جب بس چلے وہ تمہیں ہلاک کردیں، تمہیں تباہ و برباد کردیں، تمہارا کچھ بھی باقی نہ چھوڑیں۔ جاؤ اور خدا کا نام لے کر ان پر ہاتھ ڈالو اور ہم تمہیں گر سکھاتے ہیں کہ کس طرح ان پر فتحیاب ہونا ہے۔ گُر کی بات بعد میں آتی ہے لیکن یہاں دیکھیں کہ مومن کے لئے کتنا بلند مقصد بیان کردیا۔ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ دیکھو! اچانک تم کیا دیکھو گے کہ وہ شخص جو تمہارا شدید دشمن ہے کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ وہ جانثار دوست میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس میں اس بات کی نصیحت ہے کہ دین میں جو بڑے بڑے مخالف اور بظاہر سختی سے دین کے ساتھ ٹکرانے والے لوگ ہیں جن سے بظاہر تمہیں خیر کی کوئی اُمید نہیں ہے ان کا بھی رُخ کیا کرو ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے جواہر پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ جب وہ ہاتھ آئیں گے تو بہت قیمتی خزانہ ہاتھ آئے گا۔ پس اسلام کے آغاز میں ہم یہی حالات دیکھتے ہیں کہ وہ جو جاہلیت میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے وہ جب مسلمان ہوئے ہیں تو اسلام کے سب سے بڑے دوست بن گئے اور اسلام کو ان کی وجہ سے غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی۔

پس آپ اپنی تبلیغ میں دشمنوں پر بھی ہاتھ ڈالیں کیونکہ آپ محمد مصطفی ﷺ کے غلام ہیں

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ (فتح : ۳۰)

ان لوگوں میں سے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہونے کے دعویدار ہیں اور آپؐ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ پس شکار کے وہ انداز سیکھیں جو آنحضور ﷺ کے انداز ہیں۔ ابراہیمی انداز کو آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ ابراہیمؑ کی سنت کو مزید صیقل کر دیا گیا ہے۔ مزید چمکایا گیا ہے۔ ابراہیمؑ کو تو یہ حکم تھا کہ ان پرندوں کو پکڑو جو تم سے مانوس ہو سکتے ہوں اور یہ تبلیغ کا پہلا دور ہے وہ لوگ جو شرافت سے بات کو سنیں ان کے ساتھ تھوڑا سا پیار کیا جائے تو وہ طبعاً نرمی رکھتے ہوں اور پیار کا جواب پیار سے دینے والے ہوں۔ یہ ابراہیمی طیور ہیں مگر محمد مصطفی ﷺ کے سپرد جو پرندے کئے گئے ہیں وہ خوں خوار دشمن ہیں وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ آپ کو دیکھیں بھی چنانچہ آنحضور ﷺ نے جو پاک تبدیلیاں کر کے دکھائیں وہ ایسے ہی لوگ ہیں جیسا کہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تم دیکھو گے کہ تمہارے خونخوار دشمن جاں نثار دوست بن جائیں گے۔ آنحضور ﷺ نے ایسے پتھروں کو موم کر دیا اور ایسے پتھر پھاڑے اور زندگی کے چشمے بہا دیئے کہ انبیاءؑ کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ ایک موقع پر ایک صحابیؓ جنہوں نے آنحضور ﷺ کی زندگی میں آپؐ کی صحبت میں کچھ سال گزارے تھے ان سے آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سوال کیا کہ آپ ہمیں آنحضور ﷺ کا حلیہ بتائیں ہم آپؓ کے منہ سے سننا چاہتے ہیں آپؓ کی آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے جس پیار اور محبت سے آپ وہ تذکرہ کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا تو آپؓ ہمیں بتائیں کہ آنحضور ﷺ کیسے تھے؟ یہ بات سُن کر وہ صحابیؓ جواب دینے کے لئے زار وقطار رونے لگے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ پوچھنے والے نے تعجّب کیا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے میں نے تو صرف اتنا سا سوال کیا تھا کہ آنحضور ﷺ کا حلیہ بتائیں آپ ﷺ کی شکل کیسی تھی؟ اور یہ صاحب بجائے حلیہ بتانے کے رونے لگے۔ جب کچھ دیر بعد انہوں نے اپنے جذبات پر قابو پایا تو جواب دیا کہ دیکھو آنحضور ﷺ کے زمانہ میں میری زندگی پر دو ہی وقت آئے ایک وقت وہ تھا کہ میں دشمنی میں اتنا شدید تھا کہ نفرت کی وجہ سے میں اس چہرہ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان کے نام سے ہی ایسی کراہت آتی تھی ایسا غصہ آتا تھا کہ بارہا مواقع آئے مگر میں نفرت کی وجہ سے آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکا پھر جب محمد مصطفی ﷺ کے عشق کا غلام بنا تو ایسی کایا پلٹی کہ محبت نے جوش مارا اور محبت کی وجہ سے اس وجود پر میری نظر نہیں ٹکتی تھی تو آج اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ محمد مصطفی ﷺ کا حلیہ کیسا تھا تو خدا کی قسم میں نہیں بتا سکتا کیونکہ میری نظروں نے کبھی نفرت سے نہیں دیکھا اور کبھی محبت کے وفور سے نہیں دیکھا

اور واقعۃً میں نہیں جانتا کہ محمد مصطفی ﷺ کا حلیہ تفصیلاً کیا تھا۔ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۳۲۱) پس دیکھیں کہ وہ اس آیت کریمہ کا کیسا زندہ ثبوت تھے کہ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ جس طرح ہم کہتے ہیں اس طرح تم تبلیغ کر کے دیکھو اور ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ دشمنوں میں سے تمہیں حیرت انگیز طور پر محبت کرنے والے وجود ملیں گے پس دشمنوں کو نظر انداز نہیں کرنا اور آنحضور ﷺ کی زندگی میں تو یہ معجزے اتنی دفعہ ہوئے ہیں اور اس کثرت سے ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں ہے سارے عرب کی بھی تو نفرت میں تقریباً وہی کیفیت تھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو دیکھیں کیسے سخت دشمن تھے وہ ایک واقعہ جو اُحد میں گزرا ہے جس کا دکھ جب بھی اسے پڑھتے ہیں انسان کے دل میں اس طرح تازہ ہو جاتا ہے جیسے کل کا واقعہ ہو یعنی آنحضور ﷺ زخمی ہو کر نڈھال ہو کر شہیدوں کی طرح زمین پر جا پڑے اور آپؐ کے اوپر دوسری لاشیں آ گریں ایسا تکلیف دہ واقعہ ہے کہ جب بھی انسان پڑھے تو اس کی عجیب گداز کی کیفیت ہوتی ہے بھیگی آنکھوں کے بغیر یہ واقعہ پڑھا ہی نہیں جاتا اور اس واقعہ میں سب سے بڑا نمایاں کردار خالد بن ولیدؓ نے ادا کیا تھا۔ یہ وہ جرنیل تھا جس نے موقع کی نزاکت کو سمجھا اور معلوم کر لیا کہ مسلمانوں سے کیا غلطی ہوئی ہے اور کفار کے بھاگتے ہوئے لشکر کو ایک دم پلٹ دیا اُن کا رُخ بدل دیا اور اپنے سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے عقب سے حملہ کر کے وہ فتح جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی اسے وقتی طور پر ایک شکست میں بدل دیا۔ یہ وہ خالد ہے لیکن جب وہ آنحضور ﷺ کی محبت کے اسیر ہوئے جب آپؐ کے عشق کا تیر ان پر لگا تو ایسی کایا پلٹی کہ اس کے بعد پھر تمام زندگی ہر جہاد میں اس شوق سے حصہ لیا کہ کاش میں بھی شہید ہوں لیکن یہ حسرت پوری نہ ہو سکی۔ آپ نے اسلام کے لئے اس کثرت سے جہاد کیا ہے اور ایسی شاندار سپہ سالاری کی ہے کہ اسلام کے جہاد کے نام کے ساتھ ہی خالد بن ولید کا نام اچانک اُبھر کر سامنے آ جاتا ہے لیکن ایسی حالت میں جان دی کہ بستر پر پڑے ہوئے ہیں جان کنی کی حالت تھی ساتھیوں سے کہا کہ میرے پیٹ سے کپڑا تو اُٹھاؤ۔ انہوں نے کپڑا اُٹھایا تو کہا کوئی ایک انچ تو دکھاؤ جہاں زخموں کے نشان نہ ہوں۔ میرا سارا جسم زخموں سے چور ہے اور داغدار ہے جانتے ہو میں نے یہ زخم کیوں کھائے؟ اس شوق میں کہ میں محمد مصطفی ﷺ کے دین کی خاطر جان دوں اور میں بھی شہیدوں میں شمار ہوں لیکن وائے حسرت کہ میرے مقدر میں یہ نہیں تھا اور آج بستر پر جان دے

رہا ہوں۔ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ یہ اس آیت کی سچائی کی ایک اور زندہ اور تابندہ مثال بن گئے کہ آنحضور ﷺ عام پرندوں کے شکاری نہیں ہیں۔ یہ تو شکاری پرندوں کے شکاری ہیں ان خونخوار جانوروں کے شکاری ہیں اور ان کی ایسی کایا پلٹتے ہیں کہ حیوانوں کو انسان اور انسانوں کو خدا نما انسان بنا دینے والے ہیں یہ اس آیت کا مضمون ہے۔

پس اگر ہم جیسا کہ ہمارا یقین ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کے نہ صرف غلام بلکہ عاشق غلام ہیں اگر ہم اس خاطر دنیا میں قائم کئے گئے ہیں کہ محمد ﷺ کی سنت کو دوبارہ زندہ کریں اور زندہ کر کے سارے عالم میں جاری کر دیں تو پھر ہمارا فرض ہے۔ ہمارا فرض کیا ہے؟ ہمیں تو اس بات کی لو لگ جانی چاہئے یہ دھن لگ جانی چاہئے کہ اپنی ذات میں اُسوۂ محمدی ﷺ کو زندہ کر کے دکھائیں۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی دو طریق پر ہے ایک تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے خدا کے ساتھ زندہ ہیں اس زندگی پر کوئی کبھی موت نہیں آسکتی لیکن آپؐ کی ایک زندگی امت محمدیہؐ میں ہو کر ہے جہاں کوئی مسلمان روحانی طور پر مرتا ہے وہاں اس زندگی میں کمی آجاتی ہے۔ جہاں کوئی مسلمان روحانی طور پر زندہ ہوتا ہے وہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک اور زندگی ملتی ہے یہ وہ زندگی ہے جس کا ہر غلام محمد ﷺ سے تعلق ہے، یہ وہ زندگی ہے جس کا آج جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق ہے۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کو ہر میدان میں جب بھی زندہ کرنے کی آپ توفیق پائیں گے تو آپ یقین رکھیں کہ آپ نے محمد ﷺ کی شان کو اپنے اندر زندہ کیا دعوت الی اللہ کی شان کو بھی پوری طرح اپنے اندر زندہ کریں۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمنوں اور دشمنوں کے لیڈروں سے ڈریں نہیں بلکہ ان تک پہنچیں اور حکمت اور پیار کے ساتھ اس طریق پر جس طریق پر اس آیت نے آپ کو تبلیغ کا گُر سکھایا ہے ان کو بھی ضرور پیغام پہنچائیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو بعض دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حیرت انگیز طور پر بے شمار پھل عطا ہوتے ہیں کیونکہ دشمنوں میں سے جو لیڈر ہیں اگر وہ آئیں تو اکثر وہ اکیلے نہیں آتے بلکہ ان کے ساتھ قوم کی قوم آیا کرتی ہے۔ بعض ملکوں سے تبلیغ کی رپورٹیں آتی ہیں ان میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں کہ فلاں علاقے میں کوئی احمدیت کا نام نہیں سننا چاہتا تھا وہاں کا جو سب سے بڑا دشمن تھا ہم اس تک پہنچے اور جب باتیں کیں تو یہ معلوم کر کے حیران رہ گئے کہ اس کے اندر یہ سعادت پائی جاتی تھی۔

کچھ دیر میں اس نے اپنے رویہ کو تبدیل کیا پھر اس نے دلچسپی لینی شروع کی پھر وہ خدا کے فضل سے احمدی ہوا اور اس کے نتیجہ میں اب گاؤں گاؤں میں احمدیت پھیلنی شروع ہوگئی ہے ایسی ایک رپورٹ کچھ عرصہ ہوا انڈونیشیا سے بھی ملی کہ وہ صاحب جو ایک علاقہ کے چیف کہلاتے تھے بڑے معزز اور کافی وسیع طور پر لوگوں میں اثر رکھنے والے۔ وہ پہلے احمدیت کی دشمنی میں اوّل اوّل تھے جب وہ احمدی ہوئے تو ان کا مشغلہ ہی یہ بن گیا کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے ہیں اور وہاں اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو تم نے مجھے کیسا پایا وہ جب ان کو بتاتے ہیں کہ ہاں تم ہمارے پیر تھے اور پیر تو کہتے ہیں کہ میں تو اب کسی اور کا مرید بن چکا ہوں۔ میں تو اب پیر نہیں رہا اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے تو پھر بعض دفعہ گاؤں والے جن میں شرافت ہے وہ کہتے ہیں تم ہمارے اب بھی پیر ہو جدھر تم نے قدم رکھا ہے وہیں ہمارا قدم پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس علاقہ میں جہاں پہلے احمدیت کا نشان بھی نہیں تھا وہاں کثرت سے جماعتیں بننی شروع ہوگئیں۔ یہ ایک ملک کی بات نہیں ہر ملک پر یہ بات اسی طرح صادق آتی ہے۔ یہاں بھی بہت سے ایسے نوجوان ہیں یا دوسری عمر کے لوگ ہیں جن کے اندر لیڈری کی صفات پائی جاتی ہیں ایسے ہیں جن کے اندر لیڈری کی صفات کے ساتھ اسلام دشمنی بھی پائی جاتی ہے اور وہ اسلام کی مخالفت میں یا حق کی مخالفت میں نمایاں طور پر جس رنگ میں بھی وہ کوشش کر سکتے ہیں وہ کرتے ہیں ان تک بھی پہنچنا چاہئے اور اس طرح پہنچنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔

فرانس کو پیش نظر رکھ کر جب میں بات کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہے کہ آج یہاں جماعت بہت چھوٹی ہے اور ابھی تک فرانسیسی قوم تک ان کا رابطہ گہرا نہیں ہوسکا۔ نتیجۃً آج تک فرانس میں جتنی بھی تبلیغ ہوئی ہے اکثر و بیشتر وہ غیر فرانسیسی کو ہی ہوئی ہے مثلاً یہاں مراکو سے آنے والے لوگ ہیں، یہاں افریقہ کے مختلف ممالک سے آکر بسنے والے لوگ ہیں، یہاں پاکستانی ہیں جہاں تک تبلیغ ہوئی ہے عام طور پر ان لوگوں میں ہوئی ہے اور فرانسیسی کی جب بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ دنیا پرست ہیں، وہ دنیا دار ہیں، انہیں دین میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب بات کرتے ہیں تو وہ کورا سا جواب دے دیتا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہر قوم میں خدا تعالیٰ نے نیک فطرت لوگ رکھے ہوئے ہیں اور دشمنوں کی دشمنی کے بھیس میں بھی آپ کو بڑے نیک فطرت لوگ ملیں گے۔ جو شاید مخالف دکھائی دیتے ہیں جب وہ نرم پڑتے ہیں تو ان کے اندر ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہو جایا کرتا ہے۔

پس آپ کی ہمت اگر ٹوٹ جائے تو فرانس کی ہمت ٹوٹ جائے گی ایک قوم کی قسمت آپ کے سپرد کی گئی ہے آپ نے ہمت نہیں ہارنی کیونکہ جب داعی الی اللہ ہمت ہار دیتا ہے تو درحقیقت اُس ساری قوم کی ہمت ٹوٹتی ہے۔ نصیحت کرنا بڑا مشکل کام ہے، نصیحت کرنے کے لیے غیر معمولی طاقتوں کی ضرورت ہے اسی لئے قرآن کریم نے صبر کی تلقین فرمائی۔

اور یہ وہ دوسرا پہلو ہے جو میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں فرمایا۔ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ لیکن یاد رکھو یہ معجزے یونہی رونما نہیں ہوجایا کرتے دشمنوں کو دوست بنانا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا لیکن اس کے علاوہ کچھ اور بھی ضرورت ہے کیونکہ سارا خطاب واحد میں ہے اور اس میں اول مخاطب حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں اور آپ کو جو صبر عطا ہوا تھا وہ لفظ صبر کے تابع پوری طرح بیان نہیں ہوسکتا تھا اس لئے جہاں عام مومنوں کے صبر کا ذکر فرما کر جمع کے صیغہ میں یہ کہا کہ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ تو وہاں ساتھ ہی پھر واحد کی بات کی ہے کہ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ اس جمع کا ذکر چھوڑ دیا ہے جس طرح پہلے کَ. کَ. کَ. یعنی تو، تو، تو، کر کے مخاطب کیا جا رہا تھا۔ مومنوں کا عمومی ذکر کرتے ہی خدا پھر واپس اسی مضمون کی طرف پلٹا ہے اور محمد مصطفی ﷺ کے متعلق فرمایا ہے وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ اس عظیم مقصد کو ایک عظیم اخلاق کا حصہ دیئے گئے انسان کے سوا اور کوئی پورا نہیں کرسکتا۔ وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں ان کو بھی ملے گا اور اصل کامیابی جو غیر معمولی اور اعجازی کامیابی ہے وہ اس کو ملے گی جس کو حَظٍّ عَظِیْمٍ عطا ہوا ہے۔ حظ حصے کو کہتے ہیں ٹکڑے کو کہتے ہیں اور بہت عظیم ٹکڑا ملا ہے کس چیز کا ٹکڑا یہ بیان نہیں فرمایا۔ صبر کی بات ہورہی ہے اس لئے پہلے ذہن صبر کی طرف جاتا ہے اور اس پہلو سے جب ہم آنحضور ﷺ کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ ان سے بڑا صابر انسان کبھی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ ہر میدان میں، صبر کی ہر آزمائش میں آپؐ اس شان سے پورے اُترے ہیں کہ اس کی کوئی مثال کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ ذاتی نقصان کی کیفیت دیکھ لیجئے اپنے عزیزوں اور پیاروں کے دُکھ برداشت کرنے کی کیفیت دیکھ لیجئے۔ صبر کے جتنے بھی امتحان آسکتے ہیں وہ سب آنحضور ﷺ پر زندگی کے مختلف حصّوں

میں مختلف شکلوں میں آئے اور حیرت انگیز طور پر آپ ﷺ نے ہر امتحان میں نمایاں کامیابی عطا فرمائی ایسی جو چاند سورج کی طرح روشن کامیابی تھی اوّل زندگی میں آپؐ کے والد کا وصال بعض روایات میں آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔ یعنی پیدا ہی یتیم ہوئے ہیں اور چھوٹی عمر تھی کہ والدہ کا وصال ہو گیا اب بچپن میں والد اور والدہ کے بالکل بغیر آپ کو دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنا پڑی اور اس صبر کے ساتھ اور اس شان کے ساتھ آپ نے یہ دور گزارہ ہے کہ اس میں احساس کمتری کو ایک ذرّہ بھی داخل نہیں ہونے دیا صبر کے امتحان، کے وقت لوگ عام طور پر منفی صفات دیکھتے ہیں لیکن میں نے انسانی فطرت پر جہاں تک غور کیا ہے یتامیٰ کے لئے سب سے بڑا امتحان احساس کمتری کا امتحان ہوتا ہے وہ یتیم جو صبر نہ کر سکے وہ لازماً احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور احساس کمتری پھر بہت بھیانک کردار پر منتج ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر ٹیڑھے دماغ، خطرناک سوچیں سوچنے والے، دنیا کو غلط فلسفے دینے والے، اگر آپ ان کی زندگی کا جائزہ لیں تو زندگی کے کسی نہ کسی دور میں احساس کمتری کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنی عسر اور یتیمی کا دوران کیفیتوں سے متاثر ہوئے بغیر اس شان کے ساتھ گزارہ ہے کہ آپؐ کے سپرد دنیا کا عظیم ترین کام کیا گیا ہے۔ یعنی نبیوں میں سے بھی جو کام آپ کے سپرد ہوا ہے وہ کسی اور نبی کو نہ صرف یہ کہ دیا نہیں گیا بلکہ اس کا ایک معمولی حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ سارے عالم کو خدا تعالیٰ کی چوکھٹ پر لا ڈالا۔ ایک ایسے شخص کے سپرد کیا گیا جس کا نہ باپ تھا اور نہ ماں تھی۔ لوگوں کے رحم و کرم پر پلتا رہا اور جس نے جب دعویٰ کیا تو اپنی ساری قوم کلیۃً اس کی دشمن ہو گئی یہ حَظٍّ عَظِيمٍ کی بات ہو رہی تھی۔ صبر کا حصہ ملا تو اتنا بڑا کہ اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ پھر آپؐ کے بیٹے ہوئے۔ کہتے ہیں گیارہ بیٹے پیدا ہوئے اور گیارہ کے گیارہ چھوٹی عمر میں بہت بچپن میں یا چند سالوں کے بعد فوت ہو گئے اور ہر بچے کی موت پر دشمن ہنستا تھا اور کہتا تھا کہ دیکھو یہ تو لا ولد مرا جاتا ہے اور دنیا کی بادشاہی کے دعوے کرتا ہے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جب ہم یہ ذکر پڑھتے تھے کہ بشیر اوّل فوت ہوا تو کس طرح دشمن نے بغلیں بجائیں، کس طرح صحابہؓ کے دل خون ہوئے اور صحابہؓ کے بعض واقعات جب پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شدید تکلیف کی حالت میں تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی اثر نہیں تھا۔ آپ جانتے تھے کہ خدا کا وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ یہ بچہ

فوت ہو گیا ہے تو کوئی اور مقدر والا بچہ بعد میں عطا ہو گا لیکن جو صحابہؓ تھے وہ جانتے ہیں کہ ان کے دل کی کیا کیفیت تھی اس واقعہ کو دیکھ کر جب میرا ذہن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف جاتا ہے تو ساری روح پگھل کر آپؐ کے لئے درود بن جاتی ہے۔ کتنی عظیم آزمائش تھی؟ ابتر کہنے والے چاروں طرف پھیلے پڑے تھے۔ ہر بچے کی وفات کے بعد ابتر ابتر کے نعرے اُٹھتے تھے تبھی تو قرآن کریم نے یہ ذکر محفوظ فرمایا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر:۴)

اے محمدؐ! تو دیکھے گا کہ تیرے دشمن ابتر رہ جائیں گے اور ان کی اولادیں تیری اولادیں بن جائیں گی لیکن جہاں تک اس وقت کی دنیا کا تعلق ہے ان کو تو ان باتوں کی سمجھ نہیں تھی کہ روحانی طور پر یہ ساری کی ساری قوم محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دی جانے والی تھی وہ تو یہ دیکھتے تھے کہ ایک بیٹا فوت ہوا پھر دوسرا ہوا، پھر تیسرا ہوا، پھر چوتھا ہوا اور ہر دفعہ ہنسی مذاق اُڑا کر اسے اپنی دانست میں ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں اور نہ محمد ﷺ کچھ کر سکتا ہے نہ محمد ﷺ کا خدا کچھ کر سکتا ہے۔ اب دیکھیں! ہر پیدائش اور ہر موت کے بعد کتنی شدّت کے ساتھ یہ طعنہ آپ کے دل کو چیرتا ہو گا لیکن آپؐ صبر اور عزم کا ایک پہاڑ تھے۔

ایک روایت آتی ہے کہ ایک عورت کا بیٹا فوت ہو گیا اور وہ اسکی قبر پر کھڑی شدید تکلیف کی حالت میں گریہ وزاری کر رہی تھی۔ آنحضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے اور فرمایا بی بی! صبر کرو۔ اس بے چاری کو پتا ہی نہیں تھا کہ یہ کہنے والا کون ہے اس نے کہا کہ صبر اپنا بیٹا فوت ہو تو پتا چلتا ہے کہ صبر کیا ہوتا ہے؟ پاس سے گزرتے ہوئے آرام سے کہہ دیا کہ صبر کرو۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے آنحضور ﷺ نے صرف اتنا کہا بی بی میرے گیارہ بچے پیدا ہوئے اور گیارہ ہی فوت ہو گئے اور یہ کہہ کر آگے چل پڑے۔ کسی نے کہا کہ اے ناداں بے وقوف بڑھیا! تو نے کیا بات کی ہے یہ تو محمد مصطفیٰ ﷺ تھے وہ دوڑی دوڑی پیچھے گئی کہ یا رسول اللہ! مجھے معاف کر دیں میں صبر کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا صبر کا ایک وقت ہوا کرتا ہے وہ وقت گزر چکا ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز حدیث نمبر:۱۳۵۲) وقت تو ہر ایک کو صبر دے ہی دیتا ہے۔ پس آنحضور ﷺ کے متعلق جب یہ فرمایا کہ وہ صبر کرنے والا ہے تو صبر کہہ کر نہیں فرمایا۔ عام مسلمانوں کے ذکر پر فرمایا۔ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اس عظیم مقصد کو صبر کرنے والوں کے سوا کوئی نہیں پا سکتا اور پھر دیکھیں کہ ہمارے آقا و مولا کو کس طرح جدا کر کے ممتاز

کر کے ان کا ذکر آیت کے اس حصہ میں فرمایا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ اس عظیم مقصد کو حقیقت میں پانے والا ہمارا محمد ﷺ ہے کیونکہ اسی صبر میں اسے حَظٍّ عَظِيْمٍ عطا کیا گیا ہے اور حَظٍّ عَظِيْمٍ تو چونکہ پوری طرح کسی ایک مضمون سے باندھا نہیں گیا اس لئے حَظٍّ عَظِيْمٍ میں وہ سارا پچھلا مضمون آ گیا ہے جو اس آیت کے شروع میں ہے اور اس پہلو سے ہمیں آنحضور ﷺ کی پیروی میں نہ صرف صبر سیکھنا ہوگا بلکہ حَظٍّ عَظِيْمٍ میں سے کچھ نہ کچھ حصہ تو پانا ہوگا۔

اور اس کا پہلا حصہ تو یہ ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ داعی الی اللہ بنو گے تو تمہاری بات اچھی ہوگی ورنہ ساری باتیں بے کار اور بے معنی ہیں تم ساری عمر باتیں کرتے گزارو گے ان میں حسن پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم اللہ کی طرف بلانے والے ہو تو تمہارا کام بہت ہی حسین ہے بات کرنی ہے تو یہ کرو وَعَمِلَ صَالِحًا مگر خالی اللہ کی طرف نہیں بلانا نیک اعمال کر کے دکھاؤ۔ بتاؤ کہ جس کی طرف بلانے آئے ہو اس کے ساتھ تعلق ہے اللہ کے ساتھ تعلق ہو تو تمہارے اعمال میں پاک تبدیلی ہونی چاہئے، تمہارے اندر کشش ہونی چاہئے، تمہارے اندر روز بروز تبدیلیاں رونما ہوتی رہنی چاہئیں کیونکہ خدا تعالیٰ لامتناہی ہے اور اس سے تعلق والا کبھی ایک مقام پر نہیں رہا کرتا اس کی زندگی مسلسل ایک سفر ہے جو خدا کی طرف ہے اور کبھی بھی کسی حالت میں بھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے آپ نے اپنا سفر مکمل کر لیا۔ پس یہ مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے اور جس کے متعلق بعد میں شہادت دی کہ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ اس مضمون کو اپنے درجہ کمال تک محمد مصطفی ﷺ نے پہنچایا اور آپ نے ہر اس صفت سے بڑا حصہ پایا ہے جو صفات اس آیت کریمہ میں بیان ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ جو چیز اچھی ہے اس کے ساتھ بُری چیزوں کا دفاع کرو یعنی جب بھی کوئی تمہارے ساتھ بُرائی سے پیش آئے اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور نیکی کی بات کرو اور تبلیغ میں انسان کو روزمرّہ اس چیز سے واسطہ پڑتا ہے۔ انسان روزمرّہ ایسے دشمن کی باتیں سنتا ہے جن کو پیار اور محبت سے سچائی کی طرف بلایا جا رہا ہے لیکن وہ آگے سے بیہودہ بات کرتے ہیں، سخت کلامی سے پیش آتے ہیں، تمسخر سے پیش آتے ہیں اور جہاں جہاں بھی ممکن ہو وہاں پھر وہ جبر اور تشدد سے بھی پیش آتے ہیں، قتل کے بھی درپے ہو جاتے

ہیں اس قسم کے مد مقابل سے ہر انسان کو جو دعوت الی اللہ کرنے والا ہے زندگی کے مختلف حصوں میں واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے فرمایا یاد رکھو اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ احسن بات سے دفاع کرنا اور یہاں تو سیّئہ کا لفظ نہیں لیکن دوسری آیات کریمہ میں سیّئہ کا ذکر ہے اور یہاں بعض باتیں عملاً چھوڑ دی گئی ہیں، اس سے مضمون میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جب بھی تبلیغ کرنے نکلو اچھی بات تلاش کرو دلائل میں سے بھی بہترین چنو، طرز بھی وہ اختیار کرو جو سب سے اچھی نظر آئے جس میں کشش پائی جائے اور جب بُرائی دیکھو تو اُسے حُسن کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کریں۔ یہ صفات اگر تم میں آجائیں تو پھر تم دشمن کو دوست میں بدلنے کی اہلیت حاصل کرلو گے اور فرمایا جو مومن صبر کرتے ہیں انہیں ضرور یہ صفات ملتی ہیں اور ان کے مقاصد پورے ہوتے ہیں لیکن ان تمام خوبیوں میں سے سب سے زیادہ شاندار حصہ اگر کسی کو ملا ہے تو وہ محمد مصطفی ﷺ تھے وہ ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ تھے۔ بدی کا جواب حسن سے دینے میں موزوں کلام کے لئے بہترین انتخاب کرنے کے لحاظ سے آپؐ سے بہتر دنیا میں کبھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی نصائح آپ احادیث میں پڑھیں، آپؐ کی طرز بیان کو دیکھیں دل عش عش کر اُٹھتا ہے۔ چودہ سو سال سے اوپر گزر گئے کہ وہ باتیں کہی گئی تھیں مگر آج بھی زندہ ہیں، وہ سادہ سا کلام ایسی عجیب چمک اور ایسی شان رکھتا ہے کہ آنکھوں کو چُندھیا دینے والا ہے۔ ایسا جذب رکھتا ہے کہ دل بے ساختہ اس کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔

پس یہ نصیحت ہو رہی ہے کہ جب تم تبلیغ کے میدان میں نکلو تو صبر کرو۔ صبر کے بغیر تو گزارہ ہونا ہی نہیں مگر اس سے آگے قدم بڑھاؤ اور اس کی پیروی کرو جسے حَظٍّ عَظِیۡمٍ عطا ہوا تھا۔ جس کو تبلیغ کی ہر شان اپنے پورے عروج کے ساتھ عطا کی گئی تھی۔ پس آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر اگر چلنا ہے تو پہلی بات یہ یاد رکھیں کہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے شخص سے تبلیغی رابطہ رکھنا ہے خواہ وہ بظاہر نرم مزاج کا ہو یا سخت مزاج کا ہو۔ بڑے سے بڑا دشمن بھی ہو تو اس تک بھی بات پہنچانی ضروری ہے اور بغیر خوف کے اُسے بات پہنچانی ہے۔ یہ بات یاد رکھتے ہوئے اسے بات پہنچانی ہے کہ آنحضرت ﷺ بڑے سے بڑے دشمن تک بھی حق بات پہنچاتے تھے اور بے خوف ہو کر پہنچاتے تھے۔ ایک موقع پر ابوجہل جو آنحضور ﷺ کے معاندین میں چوٹی کا معاند مشہور ہے۔ جب بھی آنحضور ﷺ کے دشمنوں کی بات کرتے ہیں تو ابوجہل کا نام سب سے پہلے ذہن میں اُبھرتا ہے اور دنیائے اسلام

میں کسی اور دشمن کا نام معروف ہو یا نہ ہو لیکن اسلامی دنیا میں مشرق سے مغرب تک دشمن کا ایک نام ایسا ہے جو ہر مسلمان کو معلوم ہے اور وہ ابوجہل کا نام ہے ایسا شدید معاند لیکن ایک مرتبہ ایک شخص فریاد لے کر آنحضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ابوجہل نے میرا کچھ قرض دینا ہے اور وہ دیتا نہیں۔ آپؐ نے **حلف الفضول** کیا ہوا ہے۔ آپؐ نے ایک زمانہ میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب بھی کسی غریب اور بے کس کو مدد کی ضرورت ہوگی آپؐ آگے آئیں گے، میں اس **حلف الفضول** کا حوالہ دیتا ہوں آئیے میری مدد کریں۔ ایک لفظ کہے بغیر، ذرا سے تردد کے بغیر آنحضورؐ اس سمت روانہ ہوئے جہاں ابوجہل کے متعلق بیان کیا جاتا تھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہوگا، وہ کہیں مجلس لگایا کرتا تھا۔ پس آپ اُٹھ کر انہیں مجالس کی طرف چل پڑے اور جا کر سیدھا ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا کہ اے فلاں! یہ شخص ہے اس کے تو نے اتنے پیسے دینے ہیں۔ ٹال مٹول کرتے ہوئے بہت لمبا عرصہ ہو گیا ہے اب اسے ادا کرو اور اس نے بغیر اعتراض کئے، بغیر تردد کئے، بغیر بہانے کے اسی وقت رقم کی ادائیگی کے لئے احکام جاری کئے۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ: ۱۳۴) جب آنحضورﷺ وہاں سے روانہ ہو گئے تو اس کے ساتھیوں نے اسے شرمندہ کیا، اُسے ذلیل کیا کہ تم کیسے دشمن ہو۔ ہمیں تو اس شخص کی مخالفت میں ایسے بھڑکاتے ہو کہ آگ لگا دیتے ہو اور آج وہ آیا ہے اور اس نے تم سے ایک بات کی ہے لیکن تمہاری مجال نہیں تھی کہ اس کا انکار کر سکو اور وہیں تابع فرمان کی طرح اس کی بات پر عمل کر دیا۔ ابوجہل نے کہا کہ تم نے وہ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہے۔ عام حالات ہوتے تو میں اس شخص سے وہی سلوک کرتا جیسا میں ہمیشہ کرتا ہوں مگر جب یہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اس شخص کا حق ادا کرو اور میرے دل میں بغاوت کے جذبات اُٹھ رہے تھے تو اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ جیسے دو مست اونٹ ہوں اور مجھ پر حملہ کے لئے تیار کھڑے ہوں۔ ان کے منہ سے جھاگیں بہہ رہی ہوں اگر میں انکار کرتا تو مجھے نظر آ رہا تھا کہ یہ اونٹ مجھ پر پل پڑیں گے۔ یہ کیا واقعہ ہوا؟ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید کا جو وعدہ ہے اور اپنے غلاموں کے حق میں جو وہ نشان دکھاتا ہے ان کی ایک مثال ہے۔ دشمن بھی ایسا جیسا ابوجہل لیکن آنحضرتﷺ محض خدا کی خاطر اپنے ایفائے عہد کی خاطر ہر قسم کی جسمانی اور جانی خطرے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کی طرف چل پڑے تھے۔ اللہ نے اس کی ایسی قدر فرمائی کہ کشفاً ابوجہل کو دو اونٹ دکھائے جو مست اونٹ تھے اور جیسے حملہ کے لئے تیار بیٹھے ہوں۔

یہ جو کیفیت ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ کشف اور الہام بھی مختلف نوعیت کے ہوا کرتے ہیں۔ بعض کشوف مخالفانہ کشوف ہوتے ہیں اور بعض کشوف موافقانہ کشوف ہوتے ہیں۔ نیک اور بد کی تمیز کشفوں اور الہاموں کی کیفیات سے بھی پتا چلتی ہیں۔ پس ابوجہل کا یہ جو کشف ہے یہ اس کے مخالف کشف تھا، اس کی تائید میں کشف نہیں تھا اور آنحضورﷺ کی تائید کا کشف تھا لیکن دکھایا اس کو گیا مگر یہ بات اس وقت ظاہر ہوئی جب خدا کی خاطر ایک بندے نے ہر قسم کی قربانی کا فیصلہ کرلیا اور بظاہر اپنی ہلاکت کے سامان اپنے ہاتھوں سے کئے۔ ایک دشمن کے منہ میں چلے جانا ایسی ہی بات ہے جیسے شیر کی غار میں انسان داخل ہو جائے اور پھر بغیر کسی اور ساتھی کو لئے، بغیر کسی محافظ کو لئے اُٹھ کر چل پڑتے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس جذبہ کی قدر فرمائی اس لئے آپؐ کو بچایا۔ پس یہ ہے وہ عظیم حصہ جو حضرت رسول اکرمﷺ کو ہر خلق میں عطا ہوا ہے اور آپ کو بھی ہر خلق میں سے کچھ نہ کچھ آنحضورﷺ سے حصہ لینا ہوگا۔ آنحضورؐ نے تو ہر خلق میں سے حصہ عظیم لے لیا ہے لیکن جو حصّے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی اتنے ہیں کہ سارے مسلمانوں میں تقسیم ہو جائیں تب بھی ختم نہ ہوں اور جو حصّے اپنائے ہیں اصل میں تو اپنانے والے وہی حصے ہیں۔ خلق عظیم میں سے جو حصّے آپ نے اپنائے ہیں ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے میں نے ابھی یہ بات کی ہے کہ جو حصّے چھوڑے ہیں وہی مسلمانوں میں تقسیم ہو جائیں تو ختم نہ ہوں۔ یہ فقرہ ایسا ہے جو اکثر لوگوں کو سنتے ہی سمجھ نہیں آئے گا اس لئے کچھ وضاحت کرنی پڑے گی۔

آنحضورﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ **مکــــارم الاخــلاق** پر فائز کئے گئے تھے۔ (سنن الکبریٰ بیہقی جز ا صفحہ: ۱۹۱) اخلاق کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ چھوٹی چھوٹی قسمیں ہیں، کچھ بہت ہی اعلیٰ درجے کی قسمیں ہیں۔ پس آنحضرتﷺ کے متعلق جب یہ فرمایا کہ حصہ لیا ہے تو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ بعض اخلاق چھوڑ دیئے ہیں بعض لے لئے ہیں۔ اس کی وضاحت ضروری ہے یہ ہرگز مراد نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ سچ میں سے وہ حصہ لیا جو سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کا حصہ تھا اور اس کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ حیاء میں سے وہ حصہ لیا جو سب سے زیادہ اعلیٰ پائے کا تھا اور جسے اختیار کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ ایثار میں سے وہ حصہ لیا جو اس سے پہلے اور کسی اور کو نصیب نہیں ہوا تھا صبر میں سے وہ حصہ لیا جس کی کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دیتی تو حَظٍّ عَظِيمٍ کہہ کر یہ نہیں فرمایا

کہ بعض اخلاق میں آپؐ پیچھے رہ گئے۔ کچھ کو اختیار کیا اور کچھ چھوڑ دیتے۔ حَظٍّ عَظِيمٍ میں عظیم کا لفظ بتا رہا ہے کہ سب سے بالا سب سے شاندار اخلاق کو آپؐ نے اپنالیا اور جو چھوڑ دیئے ہیں وہ عام لوگوں کے اخلاق سنوارنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ وہ ایسے اخلاق ہیں جو عام طور پر دنیا میں کوئی اختیار کرے تو وہی دنیا میں بہت ہی خلیق اور اعلیٰ اخلاق کے انسان کے طور پر شہرت پالے۔

پس جب میں نے کہا کہ باقی اخلاق بھی اگر مسلمان اپنالیں اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا میں تو وہ بھی داخل ہو جائیں مگر ہمارے سپرد جو کام ہے وہ بہت عظیم ہے اس لئے ہمیں عام اخلاق سے بڑھ کر وہ حصہ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے چنا ہے اس میں سے بھی کچھ آپ سے مانگنا چاہئے اور اس میں سے بھی کچھ اپنے لئے اختیار کرنا چاہئے۔ یہ وہ مضمون ہے جسے اگر آپ اچھی طرح سمجھ جائیں تو آپ کی دعوت الی اللہ کا کام مشکل ہونے کی بجائے آسان ہو جائے گا۔ مصیبت بننے کی بجائے ایک راحت میں تبدیل ہو جائے گا۔ ساری زندگی آپ اس کام میں لگے رہیں کبھی آپ نہیں تھکیں گے کیونکہ آنحضور ﷺ آخری سانس تک اس کام سے نہیں تھکے۔ آپ کو اس تکلیف میں راحت ملے گی جو اس راہ میں آپ اُٹھاتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کو اس تکلیف میں راحت ملا کرتی تھی جو آپ اس راہ میں اُٹھاتے تھے۔

پس حَظٍّ عَظِيمٍ کی طرف توجہ کریں اور کام اتنا بڑا ہے اور اتنا مشکل ہے کہ اس کے بغیر یہ مشکل ہمارے لئے آسان نہیں ہوگی۔ اب تک جو میں دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ بہت ہی کم ہیں جنہوں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس طرف توجہ کی ہے۔ جماعتوں میں سے بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جذبہ تو رکھتے ہیں لیکن ان کو ان کے نظام نے نہ تو باقاعدہ بچے کی طرح تربیت کرتے ہوئے اپنایا اور طریقہ سکھایا کہ کیسے تبلیغ کرنی ہے اور نہ ان میں یہ استعداد ہے کہ از خود وہ کر سکیں۔ پس بہت سے امکانی داعیان الی اللہ ایسے ہیں جو بن سکتے تھے لیکن نہیں بن سکے۔ اس سلسلہ میں میں انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں امراء کو نصیحت کروں گا۔ انفرادی طور پر نصیحتیں ہیں جو جماعت کے ہر فرد سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جو نصیحت سنتے ہیں۔ نصیحت پر عمل کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے ان کے لئے مربی کی ضرورت ہوتی ہے اور مربیوں کے لئے پھر باقاعدہ ایک نظام کی ضرورت ہے۔ باقاعدہ نظام کے تابع ایسے مربی ہوں جو ان بندوں تک پہنچیں ان کی تربیت کریں۔

ان کو ادنیٰ سے اعلیٰ مقامات تک پہنچائیں۔پس ہمیں دونوں طرف با قاعدہ نگرانی کرنی ہوگی کتنے احمدی ہیں جو خطبات کے اثر سے واقعۃً داعی الی اللہ بن گئے ہیں۔کتنے ہیں جن کے اندر تمنائیں پیدا ہوئی ہیں لیکن وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں۔کتنی جماعتیں ہیں جہاں تبلیغ کے نتیجہ میں نمایاں طور پر کثرت سے لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے ہیں۔کتنی ہیں جہاں شاید تبلیغ ہو رہی ہے لیکن اثر کوئی نہیں ہو رہا۔اگر آپ جماعت کے حالات کو Categories کے طور پر تقسیم کرنا شروع کریں تو آپ کو بہت سے ایسے گروہ ملیں گے جن کی طرف نظام جماعت کو با قاعدہ توجہ کرنی ہو گی۔اگر وہ نہیں کریں گے تو وہ گروہ ضائع ہو جائیں گے۔ان کے اندر ذاتی طور پر یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو عمل میں ڈھال سکیں۔

پس بہت سے کام ہیں جو نظام جماعت کو ادا کرنے ہیں۔بہت سے کام ہیں جو انفرادی ہیں لیکن امیر جماعت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظر رکھے کہ کتنے افراد ان انفرادی پروگراموں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اگر وہ ایک دفعہ کہہ کر غافل ہو جاتا ہے تو اس نے اپنی امارت کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ اس کے لئے بھی صبر کا مضمون ہے اور نصیحت کرنے والے کو سب سے زیادہ صبر میں سے حصہ لینا چاہئے۔ یہ مضمون بھی میں نے اسی آیت کریمہ سے سیکھا ہے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جو یہ فرمایا کہ وہ حَظٍّ عَظِيمٍ رکھنے والے انسان ہے تو پہلے صابرین کا ذکر کر دیا تھا۔اس میں ایک بہت گہرا راز ہے اور وہ یہ ہے کہ صابر بنانے والا جس نے اپنے ساتھیوں کو ایسا صابر بنا دیا کہ خدا بڑے پیار سے ان کا ذکر کر رہا ہے۔اندازہ کرو کہ وہ خود کتنے بڑے صبر والا ہوگا۔اور واقعہ یہ ہے کہ جو خود صبر والا ہو وہی دوسرے کو صابر بنا سکتا ہے اور جس میں آپ صبر نہ ہو وہ کسی کو صبر کی تلقین نہیں کر سکتا تو فرمایا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صبر کا اندازہ کرو کتنا بڑا حصہ پایا ہوگا کہ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جتنے ایمان والے صابر تم دیکھ رہے ہو یہ محمد ﷺ کی کوششوں کا ہی پھل ہیں۔انہی کے اخلاق کی خیرات ہیں کہ اتنے صبر کرنے والے پیدا ہوئے ہیں۔پس تم بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے صبر کی خیرات حاصل کرو۔پھر تم دیکھو گے کہ تمہیں عظیم تبدیلیاں پیدا کرنے کی طاقت عطا ہوگی اور تم واقعۃً وہ کام کر دکھاؤ گے جو بظاہر ناممکن دکھائی دیتے ہیں۔

پس فرانس ہو یا جرمنی ہو یا ہالینڈ ہو یا دنیا کا کوئی اور ملک ہر ملک محمد مصطفیٰ ﷺ کا ملک ہے

کیونکہ آپؐ کو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ہر ملک کی جماعت کا اولین فرض ہے کہ جس ملک میں رہتے ہیں جس ملک کا نمک کھاتے ہیں جس ملک کا پانی پیتے ہیں اس کے باشندوں کی طرف بھر پور توجہ کریں اور ان میں سے لیڈر صفات لوگ چنیں خواہ وہ دشمنی میں آگے بڑھے ہوئے ہوں۔ ہمت اور صبر اور اخلاق محمدی کے ساتھ ان کو تبلیغ کریں گے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ انہی دشمنوں میں سے آنحضرت ﷺ کے دین پر جان نچھاور کرنے والے دوست پیدا ہو جائیں گے۔

خدا کرے کہ فرانس کی جماعت کو فرانس میں اور دیگر ملکوں کی جماعتوں کو دیگر ملکوں میں یہ روحانی انقلاب برپا کرنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین